قومی یکجہتی کا ایک دن

انسان کو کسی بھی غیر معمولی کام کو پایہء تکمیل تک پہنچانے کے لیے دوسرے انسانوں کی مدد، رہنمائی اور دعاؤں کی ضرورت پڑتی ہے۔خوشی اور غمی میں ہمارا اکٹھا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ زیست کے یہ متضاد مگر بنیادی ادوار ہیں جو ہم اکیلے نہیں گزار سکتے۔شاید یہی وجہ ہے کہ جرم کی سب سے بڑی سزا موت کے بعد عمر قید یا قید تنہائی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکیلے رہنا بدترین سزا ہے۔یونان کے عظیم فلاسفر ارسطو نے کہا تھا کہ انسانوں سے کٹ کر رہنے والا یا تو جنگلی جانور ہوسکتا ہے یا دیوتا وہ انسان نہیں ہوسکتا۔کیونکہ انسان اپنی ضروریات کیلئے دوسرے انسانوں کا محتاج ہے۔دنیا کا کوئی انسان اپنی تمام ضرورتیں خود پوری نہیں کرسکتا اس لئے وہ مل جل کر رہنے پر مجبور ہے۔انسانی معاشرے کی ابتداء زرعی معاشرے سے ہوئی جب انسان نے بیج سے خوراک حاصل کرنے کا راز دریافت کرلیا۔ مل جل کر رہنا ہی زندگی کا اصل حسن ہے۔کسی بھی معاشرے میں جب لوگ تعصبات سے عاری ہوکر ایک پرچم تلے متحد ہوکر اپنے قائد کی آواز پر لبیک کہتے ہیں تو ہجوم سے ناقابل تسخیر قوم بن جاتے ہے۔قائد اعظم نے پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے تین بنیادی اصول اتحاد، ایمان اور نظم وضبط وضع کیے تھے۔بدقسمتی سے ہم ۶۲ سال گزرنے کے بعد بھی ان اصولوں کو اپنی زندگیوں میں شامل نہ کرسکے اور اس عظیم قائد کے فرمان اور پاکستان کی تخلیق کی وجہ سے انکار کے مرتکب ہوئے۔کہنے کو تو ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آزاد شہری ہیں مگر شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ "اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ کرو۔" آج ہم نسلوں، رنگوں، صوبوں، زبانوں، طبقوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔برداشت کا مادہ بالکل ختم ہوکر رہ گیا ہے۔حالانکہ اتحاد کا برداشت سے وہی تعلق ہے جو نبض کا قلب سے ہوتا ہے۔اتحاد میں بڑی طاقت ہے اور نفاق کمزوری کا پیش خیمہ ہے۔جیسے اینٹ سے اینٹ جڑنے سے اک مضبوط عمارت کھڑی ہوجاتی ہے۔اسی طرح ملکی سلامتی کے لئے آپس میں مل کر مضبوط معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے۔اگر ہم متحد ہوجائیں تو اس کے دائرہ کار کو دوسرے ملکوں تک بڑھایا جاسکتا ہے۔

کچھ سال پہلے کی بات ہے کہ یورپ کے دو درجن سے زائد ممالک نے آپس میں اتحاد کر کے یورپی یونین کی بنیاد رکھی۔اور ان میں سے بارہ ممالک کی تو کرنسی بھی یورو ہے جس کا باقاعدہ اجراء ۱۹۹۹ء میں کامیابی سے کیا گیا۔ان پچیس جمہوری ریاستوں کا ہیڈ آفس بلجیم کے شہر برسلز میں بنایا گیا اور یورپین سنٹرل بینک کا ہیڈ آفس جرمنی کے شہر فرینکفورٹ میں بنایا گیا۔اتنے ممالک کا یکجا ہونا دنیا میں اک مثال ہے اور یہ اس اتحاد کا کرشمہ ہے کہ یورو نے بارہ سالوں میں امریکی ڈالر کو مات دے دی۔رکن ممالک کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق حاصل ہیں اور وہ آزادانہ کسی بھی ملک میں آجاسکتے ہیں اور کہیں بھی رہ سکتے ہیں۔یہ تاریخی اتحاد انہوں نے رنگ، نسل، زبان، طبقہ، مذہب، حیثیت جیسے تمام تعصّبات کو بالائے طاق رکھ کر کیا۔ایسی ہی ایک کوشش ۲۲ سے ۲۴ فروری ۱۹۷۴ء کو پاکستان کے شہر لاہور میں ہوچکی ہے جب عالم اسلام کے سربراہان مملکت یا ان کے نمائندوں نے اس تاریخی اسلامی کانفرنس میں شرکت کی۔جس میں ماسٹر مائنڈ ذوالفقار علی

بھٹو مقتول پاکستان کی نمائندگی کر رہے تھے۔

ان کے علاوہ سعودی عرب کے شاہ فیصل، ایران کے شاہ رضا پہلوی، فلسطین کے یاسر عرفات، بنگلہ دیش کے شیخ مجیب الرحمٰن، مصر کے انور سادات، وغیرہ کے علاوہ اور بھی بہت سے سربراہان مملکت نے شرکت کی۔ اس کا مقصد تمام رکن ممالک کے درمیان باہمی تعلقات اور تعاون کو مضبوط بنانے کے علاوہ سماجی، اقتصادی، سائنسی، ثقافتی سرگرمیوں کو فروغ دینا، نسل پرستی اور تعصب کو ختم کرنا تھا۔ تمام رکن ممالک میں یک جہتی کے ساتھ فلسطین کی عوام کو ان کے قومی حقوق کی حفاظت کی حمایت کرنا اور ان کی جدوجہد کی حمایت کرنا بھی اس کانفرنس میں طے ہوا۔ ذوالفقار علی بھٹو مقتول کو اس کانفرنس میں چیئرمین منتخب کیا گیا۔ مگر موجودہ دور کے انسانی حقوق کے علمبردار کو وہ تاریخی اتحاد ہضم نہ ہو سکا اور اس کانفرنس کے وہ خاص متحرک قائدین جو براہ راست یا بالواسطہ اس میں شامل تھے یکے بعد دیگرے بڑے شاطرانہ طریقے سے صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔ جن میں ذوالفقار علی بھٹو مقتول، شاہ فیصل، انور سادات، رضا شاہ پہلوی، وغیرہ سب ہی تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ یاسر عرفات نے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے ہی اپنی سوچ بدل کر مزاحمت ختم کر دی تھی۔

بیچارہ کرنل قذافی اکیلا ہی میدان میں رہ گیا جو اس اسلامی کانفرنس کا ایک اہم اور سرگرم رکن تھا۔ جس کی اب باری آ گئی ہے۔ یوں اگر دیکھا جائے تو انھوں نے بڑی مکاری اور ہوشیاری سے اسلامی ممالک کی اس سوچ کو ہی ختم کر دیا جو ان کے لئے کبھی خطرے کی گھنٹی بنی تھی۔ جہاں تک کرنل قذافی اور اس کی حکومت کا سوال ہے تو اگر عوام ان کو واقعی برداشت نہیں کر رہی تو ان کو اپنے ملک کے وسیع تر مفاد میں خود ہی کرسی چھوڑ دینی چاہیئے۔ مگر آج کل خارجی قوتوں کی مداخلت سے اسلامی ممالک کے سربراہان کو اپنی مرضی سے بدلنے کی روش عام ہوتی جا رہی ہے۔ جس کی بنیادی وجہ مسلم ممالک کا آپس میں اتحاد نہ ہونا ہے۔ حالانکہ حکومت یا ملک کا سربراہ چننے کا حق اور بدلنے کا کام تو اس ملک کی عوام کا ہوتا ہے۔

اب لیبیا پر جو جارحانہ کارروائی عمل میں لائی جا رہی ہے اس پر تمام اسلامی ممالک بے حسی کی تصویر بنے ہیں اور کسی میں اتنی جرات نہ ہو سکی کہ اس جارحیت کے خلاف آواز اٹھائے اور اس کو روک کر اس کا پرامن حل تلاش کیا جائے جس میں لیبیا کی عوام کی مرضی بھی شامل کی جائے۔ آخر کب تک ہمارے اندرونی معاملات کو باہر کا تھانیدار ڈنڈا لے کر اپنی مرضی کے مطابق سدھارنے کے لیے آتا رہے گا؟ اگر یہ سلسلہ جلد نہ روکا گیا تو افغانستان، عراق، لیبیا کے بعد ایران اور پاکستان کی باری بھی زیادہ دور نہیں۔ عقل اور دانش کا تقاضا یہی ہے کہ اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے ہم کو مثبت حکمت عملی اپنانی ہوگی۔ پچاس سے زائد اسلامی ممالک میں ہر طرح کے قدرتی وسائل، معدنی ذخائر، زرعی دولت اور کچھ تو ایٹمی طاقت سے بھی مالا مال ہیں۔ مگر ہم اتنے تقسیم ہو چکے ہیں کہ کسی بھی خارجی قوت کا آسانی سے حدف بن جاتے ہیں۔

باہمی یکجہتی اور اتحاد میں بڑی برکت اور طاقت ہے۔ ہر فرد کو اپنی سوچ میں تبدیلی لا کر برداشت کا مادہ لانا ہوگا اور اتفاق گھر کے افراد سے شروع ہو کر محلے، گاؤں، شہر، صوبے اور ملکی سطح تک پہنچ سکتا ہے۔ ملک کی سلامتی اور بقاء کے لیے ہم کو تمام تعصبات کو بھول کر صرف پاکستانی بن کر ایک قوم بننا ہوگا۔ پہلے ہم خود متحد ہونگے تو دوسرے ملک سے اتحاد کر سکیں گے۔ موجودہ دور میں ہر سیاسی پارٹی کسی مخصوص علاقے یا

طبقے کی نمائندگی کررہی ہیں۔اب ایسے قائد کی ضرورت ہے جو صرف پاکستانی بن کرسوچے اور ملک میں استحکام اور پرامن فضا لانے کے لیے صوبوں، زبانوں، نسلوں، فرقوں، مذہبوں اور طبقوں کی سیاست نہ کرے بلکہ اسلام کے سنہری اصولوں کو بنیاد بنا کر انسانی مساوات کی سیاست کو فروغ دے۔تبھی ہم اس بچے کھچے پاکستان کو ان بیرونی طاقتوں سے بچاسکیں گے، جو کسی خونخوار درندے کی طرح اس پر اپنے نوکیلے دانت گاڑنے کیلئے بے چین ہیں۔اس کیلئے ہم سب کو ذہنی طور پر ایک ہونا ہوگا۔وہ قدر مشترکہ تلاش کرنا ہوگی جو ہم سب میں پائی جاتی ہے۔پاکستان اور بھارت کے خلاف میچ میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ 1965ء کے بعد پہلی بار پاکستانی عوام کسی قومی مفاد کیلئے ایک دن کیلئے یکجا ہوگئی تھی۔کیا یہ سب کچھ پاکستان کیلئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نہیں ہوسکتا؟

تحریر.....سہیل احمد لون

سربٹن - سرے

۲۵ مارچ ۲۰۱۱ء